eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

CC BY
OPEN ACCESS

ڈاکٹر شگفتہ فردوس

اسسٹنٹ پروفیسر (اردو)، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

ڈاکٹر یاسمین کوثر

اسسٹنٹ پروفیسر (اردو)، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

Dr. Shagufta Firdous **Email:** yasmin.imranb@gmail.com
Assistant Professor, Department of Urdu, Government College Women University Sialkot
Dr. Yasmeen Kosar **Email:** yasmin.imranb@gmail.com
Assistant Professor, Department of Urdu, University of Sialkot.

ہندوستانی تہذیب و تمدن کے تناظر میں اقبال کی شاعری کا تجزیہ

ANALYSIS OF IQBAL'S POETRY FROM THE PERSPECTIVE OF INDIAN CIVILIZATION

DOI: https://doi.org/10.56276/tasdiq.v4i02.102

ABSTRACT

Every artist reflects the culture and civilization in which he reaches the age of consciousness, in his writings. In Allama Iqbal's poetry, glimpses of the different nations living in India and the civilization born from their cooperation are seen consciously and unconsciously, sometimes he creates religious characters to express it, and sometimes he describes the social style and philosophy of the people living in his surroundings by using poetic figures. The beauty of his poetry is that he takes care of all the aspects related to a specific culture. He has also described this cultural diversity in his style of expression and choice of poetic vocabulary; thus, his poetry emerges as a representative of Indian civilization and culture. In this paper, Allama Iqbal's poetry has been examined in the background of Indian culture and civilization.

KEYWORDS
Indian, Civilization, Iqbal, Religious Character, Imagery, Diversity, Philosophy, Western, Islam, Iqbal Studies

Received: 22-Sep-22 **Accepted**: 28-Dec-22 **Online**: 30-Dec-22

یہ فطرت انسانی ہے کہ وہ جس خطے، جس فضا میں پروان چڑھتا ہے اُس سے محبت اور عقیدت اُس کے دل میں فطری طور پر گھر کر جاتی ہے، اگر کوئی شخص حساس طبیعت کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ تخلیقی صلاحیتیں بھی رکھتا ہو تو وہ اپنے مشاہدات کو اپنے الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر اُن کی ایسی صورت گری کرتا ہے کہ سننے اور پڑھنے والا اُس منظر کے حسن و دل کشی کو محسوس کر سکتا ہے۔ علامہ محمد اقبال نے جب برصغیر پاک و ہند کی فضا میں آنکھ کھولی تو اُس وطن کی مٹی، جھرنوں، ندی نالوں اور اس کے باسیوں کو اپنی شاعری میں جگہ

دی۔ اُن کی شاعری کے کردار بھی اسی مٹی سے وابستہ ہیں اور اُن کے پیغام کے پہلے مخاطب بھی اسی سرزمین پر بسنے والے لوگ ہیں۔ انہوں نے شاعری کا آغاز کیا تو ہمالہ کی بلندی کو پیشِ نظر رکھا۔ دنیا کی محفلوں سے اُکتائے تو دور کنارِ وادی ایسی جگہوں کو اپنا مسکن بنانے کی تمنا اُن کے دل میں جاگزیں ہوئی جس میں ندی بھی سراپا آئینہ بن کر فطرت کے حسن کی تصویر کشی میں مصروف ہے، یہ حسن و جمال کے بے پایاں بیان، ہندستان کے ذرے ذرے سے محبت اور اپنی علاقائی زبانوں کو بھی انہوں نے اپنے کلام میں جگہ دی۔ انسانی وحدت اور مملکت کی سالمیت کے لیے عملی طور پر متحرک شخصیت کے طور پر بھی کام کیا۔ اُن کا ابتدائی کلام اس بات کا مظہر ہے ۱۹۰۱ء میں لکھی ہوئی اُن کی نظم " ہمالہ " میں کشورِ ہندوستاں کی علامت اسی کہسار کو بنایا گیا جو اپنے اندر رفعت و سطوت کی خوبیاں سموئے ہوئے ہے، اسی کی محبت اوراس کے دامن میں بسی بے تکلف زندگی کے گزرے بیتے سادہ دنوں کا وہ واحد گواہ ہے، لیکن ان سب گزرتے ایام اور گردشِ دوراں سے بے نیاز سدا بہار صرف تو ہے:

اے ہمالہ !اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردشِ شام و سحر کے درمیاں(1)

جگن ناتھ آزاد نے بھی علامہ اقبال کی شاعری میں موجود اس ثقافتی رنگارنگی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"کلامِ اقبال میں ہندوستانی پس منظر کو تلاش کرنے کے لیے دور جانے کی ضرورت نہیں "بانگِ درا" کے دیباچے وغیرہ کے صفحات کے بعد جب پہلے ہی صفحے پر ہماری نگاہ جاتی ہے تو" ہمالہ کے عنوان سے نظم اس امر کی غمازی کر رہی ہے کہ اگرچہ یہ نظم محاکات کا ایک دلکش نمونہ پیش کرتی ہے لیکن دراصل شاعر نے اس کے ساتھ جو مقصد وابستہ کیا ہے وہ ہندوستان کے اس دور تمدن سے دل بستگی کے سوااور کچھ نہیں جو ہزاروں برس پہلے دنیا کے پردہ تہذیب پر تجلی بن کر جگمگایا تھا"(2)

جب ہم اقبال کی شاعری کو تہذیب وثقافت کے پس منظر میں دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس سے مراد برصغیر میں بسنے والی مختلف اقوام کے سماجی طرز زندگی اور افراد کے خیالات واحساسات اور طرز بود وباش کے ہیں۔ اقبال کے نزدیک تمدن اگر کسی قوم کی ظاہری رسوم ورواج اور آداب ہیں تو تہذیب ان کے باطنی، ذہنی اور جذباتی کیفیات کا نام ہے۔ اقبال نے جس عہد میں آنکھ کھولی اس میں ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب اپنے عروج پر تھی۔ اقبال کی شاعری میں نہ صرف پاک وہند کی تہذیب جھلکتی ہے بلکہ عالم گیر اسلامی تہذیب کی عکاسی بھی ہوتی ہے۔ اُن کی شاعری میں روایت اور جدت کا حسین امتزاج نظر آتا ہے کیونکہ وہ اپنی قوم کے نباض تھے انہوں نے اس قوم کی خامیوں کو درست کرنے کی تجاویز کے ساتھ مستقبل کے چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے بھی اپنی قوم کو تیار کیا۔ بعض ناقدین اقبال کو صرف "اسلامی شاعر" کہہ کر محدود کر دیتے ہیں جب کہ حقیقت اس سے مختلف ہے۔ اقبال نے جہاں "حجازی تہذیب" کو اپنی شاعری کا

موضوع بنایا تو وہاں ہندوستانی کثیر اللسانی و مذہبی تہذیب کا خوب صورت گلدستہ اپنی منفرد رنگ اور خوشبو بکھیرتا ہوا ان کے کلام میں نظر آتا ہے۔ ان رنگوں کی عکاسی کرنے کے لیے انہوں نے پیکر تراشی سے کام لیا جیسا کہ وہ اپنی نظم "جاوید کے نام" میں لکھتے ہیں:

اٹھا نہ شیشہ گران فرنگ کے احساں

سفال ہند سے مینا و جام پیدا کر (3)

ڈاکٹر توقیر احمد خاں، علامہ اقبال کی شاعری میں ثقافتی عناصر کی پیکر تراشی کے حوالے سے لکھتے ہیں

"جہاں تک اقبال کی ثقافتی پیکر تراشی کا تعلق ہے، اقبال نے اردو شاعری کی اتباع میں تہذیبی اشیا کا استعمال بھی کیا ہے، ساقی، جام صہبا، بادہ، شراب وغیرہ اسی انداز و اثر کے ترجمان ہیں، تاہم ان پیکروں مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی اقبال نے اپنے اعجازِ فکر و فن سے کام لیا ہے اور اُنھیں اُن کے قدیم اور فرسودہ معانی سے جدا کر کے نئی اور زندہ علامتیں بنا دیا ہے۔"(4)

علامہ اقبال جب "بال جبریل" کی اس غزل میں ساقی و شراب کے بالکل منفرد معنی میں کچھ اس طرح استعمال کیا ہے کہ یہ بادہ کوئی عام نہیں بلکہ شراب طہور ہے اور اقبال کی رنگین پیکر تراشی کی بھی ایک عمدہ مثال ہے اسی طرح جام و سبو کے پیکر بھی اقبال کی شاعری میں ذوقِ طلب اور شوقِ کرم اور کامیابی کی علامت ہے، وہ اپنی شاعری میں ایک درویش کا میخانہ آباد کرتے ہیں جس کے طلب گار بہت سے لوگ ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں:

مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من و تو

پلا کے مجھ کو مئے لاالٰہ الاّ ہو

چشم کرم ساقیا ! دیر سے ہیں منتظر

جلوتیوں کے سبو ، خلوتیوں کے کدو(5)

ثقافتی پیکر تراشی میں علامہ اقبال نے موسیقی کے آلات کو بھی اپنی شاعری میں جگہ دی ہے مثلاً جن میں "بربط"، "نے"، "چنگ"، "ساز"، "سرود"، "تار" وغیرہ شامل ہیں ان الفاظ کے ذریعے حرکی پیکر تراشی سے ثقافتی رنگوں کو اپنی شاعری میں نمایاں کیا ہے، اُن کی شاعری میں "نے" کو شاعری کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے عابد علی عابد لکھتے ہیں:

"نے دراصل فنون لطیفہ کی علامت ہے لیکن اس کا تعلق اُس خاص طور پر ہر شعر سے ہے، اقبال کے کلام میں نے نوازی شاعری ہے۔ نے نواز یعنی شاعر کا منصب یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کے دلوں کو گرما دے اور اُن سوئے ہوئے دلوں کو جگائے جن سے زندگی عبارت ہوتی ہے۔"(6)

اقبال ہندوستان کے ثقافتی پس منظر میں رہتے ہوئے "بال جبریل" میں شامل اپنی اس رباعی میں اپنے عربی تمدن، ثقافت اور اسلام سے بے خبر نہیں:

کوئی دیکھے تو میری نے نوازی
نفس ہندی، مقام نغمہ تازی!
نگہ آلودہ ء اندازِ افرنگ!
طبیعت غزنوی، قسمت ایازی!(7)

ڈاکٹر توقیر احمد خان، اقبال کے ثقافتی پیکروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

""نے "اور "نے نواز" دونوں اقبال کے خاص ثقافتی پیکروں میں شامل ہیں اور دونوں کا تعلق مرئی پیکر تراشی کے باب سے ہے مگر اقبال نے ان کے استعمال کا جو طریقہ اپنایا وہ اقبال کی پیکر تراشی میں جدت ادا اور فکری جہت کا نقیب بھی ہے، یعنی شاعر کے علو تخیل اور بلند نظری کا پتہ انہی باتوں سے پتہ چلتا ہے----اقبال نے ثقافتی اور تہذیبی ذخیروں کے مختلف پیکروں کو نہایت کامیابی کے ساتھ استعمال کیا ہے، اس قسم کے پیکروں سے اقبال کی آگہی اور مختلف رموز و فنون سے واقفیت کا علم بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب قلم کی نظروں میں یہ تمام مناظر سمائے ہوئے تھے۔"(8)

اقبال نے اپنی سرزمین سے محبت کو اپنی بہترین صلاحیتوں اور فنکارانہ اسلوب کی مدد سے شاہکار نظموں میں پیش کیا جن میں، "کنار راوی"، "ترانہ ہندی" اور "آفتاب" وغیرہ نمایاں ہیں۔ اقبال نے مذہب اور سماج کی مصنوعی حد بندیوں سے اوپر اٹھ کر ہندوستانی لوگوں کی فلاح کے لیے کام کیا۔ "بانگ درا" میں شامل اُن کی نظم "صدائے درد" میں بھی تہذیبی پس منظر ملتا ہے۔ ان کی ۱۹۰۲ء کی ایک نظم "آفتاب" جسے اصل سنسکرت میں "سوتر" کہتے ہیں، "رگ وید" کی قدیم اور مشہور دعا کا ترجمہ جسے "گایتری" کہا جاتا ہے، یہ چاروں ویدوں میں درج ہے اور برہمن اس سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں، اس نظم میں آفتاب سے مراد محسوسات کی دنیا سے پرے کا آفتاب ہے جس سے یہ مادی دنیا فیض حاصل کرتی ہے۔

برصغیر میں کثیر اللسانی، مذہبی و ثقافتی رنگا رنگی نے اسے ایک انفرادیت دی۔ اس میں بسنے والے ہندو، مسلمان، سکھ عیسائی اور پارسی، سب کی اپنی ایک الگ تہذیب و ثقافت ہے، اس لحاظ سے اس خطے میں بسنے والوں کے درمیاں ہمیں ثقافتی تنوع دکھائی دیتا ہے اس میں سیکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جب بھی کسی علاقائی تہذیبی تنوع کی بات کی جاتی ہے تو اس کے پس منظر میں کارفرما عناصر میں بھی تبدیلی آتی ہے اور ان افراد و کردار میں بھی فرق دیکھنے کو ملتا ہے جو کسی خاص مذہب کے حوالے سے ہو، حتیٰ کہ زندگی گزارنے کے بنیادی فلسفہ تک میں تبدیلی آجاتی ہے۔ اقبال نے ان تمام فلسفوں کا بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا اس لیے ان کا ذکر اسی آب و تاب کے ساتھ ان کی شاعری میں بھی جلوہ گر ہوتا ہے جس طرح اُنہوں نے اپنے گردو نواح میں دیکھا اور اس کا عمیق مشاہدہ کیا تھا۔

علامہ کو اپنی سرزمین اور مٹی سے خاص محبت تھی۔ وہ اپنی قوت بازو پر بھروسہ کر کے عزت سے جینا سکھاتے ہیں وہ اور دیگر قوموں کے سامنے جھکنے کو برا سمجھتے ہیں۔ چند متعصب لوگ اقبال کو اسلامی مفکر اور شاعر کہہ کر ان کی شاعری کو محدود کر کے سراسرنا

انصافی کرتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ علامہ نے اسلامی تہذیب اور ثقافت کو بھی فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے ہندوستانی ثقافت کی بھی پاس داری کی۔ مسلمان شخصیات کے علاوہ دیگر مذاہب کی بڑی شخصیات اور حب الطنی کے جذبے پر جو نظمیں لکھیں اُن میں "ہندوستانی بچوں کا قومی گیت"، "سوامی رام تیرتھ"، "نانک"، "رام" وغیرہ شامل ہیں۔ گوتم کا اصل نام سدھارتھ تھا لیکن گوتم اس کا خاندانی نام تھا، جب کہ بدھ کے معنی ہوشیار، بیدار، دانا، روشن دماغ وغیرہ ہے اور اصطلاح میں معرفتِ ربانی حاصل کرنے والے شخص کو اور دنیا کے اندھیروں سے باہر آئے ہوئے شخص کو کہتے ہیں۔

علامہ اقبال نے کرداری نظموں کو اپنی شاعری میں جگہ دی اور ان کرداروں میں بھی یگانہ روزگار شخصیات کا انتخاب کیا جو بر صغیر کے اس تہذیبی و ثقافتی مظہر میں منفرد مقام و مرتبہ رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اُن کی نظموں کے کرداروں کا تعلق اُن کے گردونواح سے ہے۔ اُن کرداروں میں ایک نام "گوتم بدھ" کا ہے جن کا ذکر "بانگِ درا" کے آخری حصے میں کیا گیا ہے:

قوم نے پیغام گوتم کی ذرا پروانہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہر یک دانہ کی(9)

اس شعر میں گوتم بدھ کی شخصیت کے لیے بڑے احترام سے "گوہر یک دانہ" کا لفظ استعمال کیا ہے اور قوم سے شکوہ کرتے نظر آتے ہیں کہ انھوں نے ان کی قدر نہیں کی:

برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں
شمع گوتم جل رہی ہے محفل اغیار میں
بت کدہ پھر بعد مدت کے مگر روشن ہوا
نور ابراہیمؑ سے آزر کا گھر روشن ہوا
پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مرد کامل نے جگایا خواب سے (10)

یہ اقبال کا کمال ہے کہ انہوں نے جہاں ابتدا میں اس مشترکہ تہذیب کی اپنی شاعری میں عکاسی کی وہیں اسلامی تہذیب کے بھی بہت بڑے علم بردار ہیں۔ جب وہ مسلمانانِ ہند کے لیے الگ خطے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اُس وقت اُنہوں نے خالصتاً اسلامی طرز تہذیب و تمدن کی انفرادیت کو اپنی شاعری میں جگہ دے کر مسلم ثقافت کے حسن و جمال کا علم بلند کیا۔

علامہ اقبال کے ابتدائی دور میں ہند اور اس کے متعلقات کا بیان بہت سی نظموں میں ملتا ہے، اقبال نے مجموعہ کلام "ضرب کلیم" میں ہندی مسلمان"، "ہندی اسلام" اور "ہندی مکتب" جیسے عنوان کے تحت نظمیں تحریر کیں، جو بر صغیر کی ثقافت کا اظہار ہے۔

اقبال کہیں اپنی نظم کا عنوان ہی "ترانہ ہندی" رکھتے ہیں اور اس کے تحت اپنی سر زمین سے اپنی دلی وابستگی و محبت کا بے پایاں

اظہار کرتے ہیں۔ اس نظم میں جہاں وہ اپنی سرزمین کے خوش نوا پرندوں سے اپنے دیس کے باسیوں کو استعاراتی انداز میں وابستہ کرتے ہیں دوسری جانب انہیں اس بات کا بھی اندازہ ہے کہ اگر اپنے وطن کو آزاد کرانا ہے تو ہمیں اتحاد و یگانگت سے کام لینا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی اقبال کی یہ نظم ہندوستانی حرزِ جاں بنائے ہوئے ہیں، اس نظم کے کچھ اشعار دیکھیے جس میں ہندوستان کی عظمت کو بہت خوب صورتی سے پیش کیا گیا ہے:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی ، یہ گلستاں ہمارا
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا(11)

علامہ اقبال کی "ضربِ کلیم" میں شامل نظم "شعاعِ اُمید" میں ہمیں اقبال کے اس فلسفے کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ جس کے تحت وہ اہلِ ہند کو خوابِ گراں سے بیدار کیے بنا اور تاریکیوں کو اجالوں سے منور کیے بغیر سکون سے نہیں رہنا چاہتے۔ اس نظم میں وہ "مسلمان"، "محراب" اور "برہمن و بت خانہ" کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں کہ یہ دونوں اقوام برصغیر میں آزادی کی جدوجہد میں شریک تھیں:

چھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو
جب تک نہ اُٹھیں خواب سے مردانِ گراں خواب
خاور کی اُمیدوں کا یہی خاک ہے مرکز
اقبال کے اشکوں سے یہی خاک ہے سیراب(12)

علامہ اقبال کی ابتدائی شعری لفظیات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اُن کے ہاں ہندی اور سنسکرت کے الفاظ کا استعمال بھی ملتا ہے جس کے تحت وہ اپنے اس تہذیبی رنگا رنگی کو بیان کرتے ہیں جس میں انہوں نے آنکھ کھولی تھی، اس حوالے سے اُن کی نظموں میں اپنے گردونواح میں بسنے والے ہندوؤں کی تہذیب وثقافت اور اس کے متعلقات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اقبال کی شاعری میں ہندی لفظیات میں، تیرتھ، پیت، پجاری، شکتی و شانتی، بھگتوں، گیت، مکتی، پریت، باسی جیسے الفاظ سے خالص ہندوستانی تہذیب اور طرزِ معاشرت جھلکتی ہے، جس کے پس منظر میں ہندوستان میں بسنے والے لوگوں کی زندگیوں کے فلسفے کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس کی مثال اُن کی نظم "نیا شوالا" میں استعمال ہونے والی لفظیات اور جزئیات ہیں۔ اس نظم میں ہندومت سے تعلق رکھنے والے باسیوں کے لب و لہجے، ان کی عبادت کے لیے گائے جانے والے منتروں کی فضاؤں میں گونجنے والی آواز یا پجاریوں کے اُن گیتوں کو بیان کیا گیا ہے جو "پیت کی مے" پلانے کے لیے ہے اس حوالے سے وہ کہتے ہیں:

دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملا دیں
ہر صبح اُٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلادیں
شکتی بھی،شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے(13)

اقبال کو اپنی سرزمین سے دلی وابستگی تھی، اس کی سالمیت اور اس میں بسنے والوں کے لیے انہوں نے ہمیشہ نیک تمنائیں رکھیں اور انہیں اپنی تخلیقات میں خاص جگہ دی۔ اقبال اردو فارسی انگریزی کے علاوہ ہندی اور سنسکرت زبان پر بھی دسترس رکھتے تھے، انہوں نے اپنی اس علمی صلاحیت کا اظہار مختلف نظموں میں کیا،انہوں نے رام چندر جی مہاراج جنہیں ہندو خدا کا ساتواں اوتار مانتے ہیں، ان کی والدین کی اطاعت، بہادری، محبت وپاکیزگی کو "بانگِ درا" میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

یہ ہندیوں کے فکرِ فلک رس کا ہے اثر
رفعت میں آسماں سے بھی اونچا ہے بامِ ہند
ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز
اہلِ نظر سمجھتے ہیں اِس کو امامِ ہند(14)

اقبال کی نظم "ہندوستانی بچوں کا قومی گیت" میں گورونانک کے وحدت کے پیغام کے ساتھ انہوں نے معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حق کا پیغام پھیلانے کی کوششوں کو سراہا ہے۔اس طرح علامہ اقبال نے اہل حجاز کے اس سرزمین کی جانب سفر اور اسے نور اسلام سے روشناس کرانے کے فریضے کو بیان کیا ہے، اقبال اس سرزمین سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس کے تاریخی پس منظر کو بیان کرتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اس سرزمیں پر مختلف ادوار میں لوگوں کی رہبری کا فریضہ انجام دیا ان کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں:

چشتیؒ نے جس زمیں میں پیغام حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشتِ عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے(15)

اقبال نے اپنی شاعری میں ہندوستان کی تہذیب وثقافت کی نمائندہ شخصیات کو نہ صرف اپنے کلام میں جگہ دی ہے بلکہ اُن میں سے بعض کو اپنے فکر و فلسفہ کے حوالے سے خصوصی اہمیت بھی دی ہے، جیسا کہ بھرتری ہری جو ہندوستان کا ایک عظیم فلسفی اور ماہر

لسانیات تھا اس کی دانش مندی سے اقبال بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے اس کا اپنی شاعری میں تذکرہ بھی کیا۔ "جاوید نامہ" میں انہیں فلک الافلاک میں جگہ دے کر بھی اُن کی فکر کی اہمیت کو اُجاگر کیا ہے۔ انہوں نے اُن سادھوؤں کی تعلیمات کے انسانی فلاح کے پہلو کو مرکزیت دے کر سراہا ہے۔

ہندوستان کی تہذیب کی نمائندگی کرنے والے تہواروں اور ان سے متعلق عظیم ہستیوں گوتم بدھ، نانک، شری کرشن، رام چندر کا ذکر بھی ملتا ہے۔ وحدت الوجود کے نظریات کے حامل ایک ہندو مذہبی رہنما "سوامی رام تیر تھ، جنہوں نے کائنات کو "مایا" قرار دیا علامہ اقبال نے ان کے نظریے کو اپنی نظم میں یوں بیان کیا:

ہم بغل دریا سے ہے اے قطرہ بیتاب تو
پہلے گوہر تھا بنا اب گوہرِ نایاب تو
نفی ہستی اِک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
"لا" کے دریا میں نہاں موتی ہے "اِلاّ اللہ" کا(16)

شیو جی نے سیر افلاک میں "جاوید نامہ" میں فلک قمر پر ملاقات کی اس سے اقبال کی ہندوستانی فکر و فلسفہ سے گہری آگہی کا پتہ چلتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف "جاوید نامہ" میں بلکہ اپنی دیگر تصانیف میں بھی بر صغیر کی تہذیب کو بیان کیا اور اقبال نے اپنی شاعری میں ہندو، سادھو سنتوں کے ان تعلیمات کو بھی پیش کیا ہے جنہوں نے انسانیت کی فلاح و بہبود میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔

علامہ اقبال کی شاعری کا تہذیب و ثقافت کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ علامہ کی فکری گہرائی نے انہیں عام روش سے ہٹ کر اپنی سوچ کی عظمت کے ساتھ ان علاقائی و مذہبی کرداروں کو ان کی تمام روایتی اہمیت اور ان کے خصائص سمیت قبول کیا ان کی شخصیات کے اہم پہلوؤں سے اہل بر صغیر کو روشناس کرایا اور اپنے اسلوب سے ایسے ثقافتی پیکر تراشے جو اپنی مثال آپ ہیں۔ اقبال نے ان کرداروں کو اپنی نظموں میں نئے معنوی قرینوں اور فکری تلازموں کے ساتھ کچھ اس طرح سے برتا ہے کہ ان کی عظمت میں اضافہ ہوا ہے۔

حوالہ جات

1. محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، اردو، لاہور: اقبال اکادمی، 2018ء، ص 51
2. جگن ناتھ آزاد، اقبال اور اس کا عہد، لاہور: الادب لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۱۰، ۹
3. محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، اردو، ص 477
4. توقیر احمد خاں، ڈاکٹر، اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۹۴
5. محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، اردو، ص 352، 418

6. عابد علی عابد، سید، شعر اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۱۹۹۳ء ص ۲۴۹
7. محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، اردو، ص 407
8. توقیر احمد خاں، ڈاکٹر، اقبال کی شاعری میں پیکر تراشی، ص 199
9. محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، اردو، ص 269
10. ایضاً، ص 269
11. ایضاً، ص 109
12. ایضاً، ص 621
13. ایضاً، ص 115
14. ایضاً، ص 205
15. ایضاً، ص 113
16. ایضاً، ص 139